تحریر: امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ
ترجمہ: عطاء الرحمٰن ثاقب

# تصوف

## قسط نمبر ۱

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات اور دینِ فطرت ہے۔ اس کے تمام عقائد فطری و جبلّی تقاضوں سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اسی طرح اسلام ایک عام فہم دین ہے اس میں باطنی موشگافیوں کا سا تعقد اور پیچیدگی نہیں۔

دین اسلام ارکانِ خمسہ یعنی توحید و رسالت، نماز، زکواۃ، روزہ اور حج سے عبارت ہے حدیث جبریل میں اسی امر کی وضاحت کی گئی ہے، حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دریافت کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

" الاسلام ان تشهد ان لا إله إلا الله وان محمدا رسول الله وتقيم الصلاة وتؤتي الزكوٰة وتصوم رمضان وتحج البيت ان استطعت إليه سبيلا " (۱)

جبریل علیہ السلام نے جب تفہیم کی غرض سے انسانی شکل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ دین اسلام کیا ہے؟

تو آپ صلی علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم لا إله إلّا الله محمد رسول الله کی شہادت دو، نماز کی پابندی کرو، مالکِ نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرو، رمضان المبارک کے روزے رکھو۔ اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔

اس کی توضیح آپؐ کے ایک اور ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ ایک اعرابی آپؐ کی خدمت حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول الله دُلّني على عمل إذا عملته دخلت الجنّة۔

---

(۱) رواہ مسلم،

اے اللہ کے رسول! آپ مجھے وہ اعمال بتائیں جن کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو سکوں؟ آپؐ نے جواب دیا: اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، نماز کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو۔ یہ سن کر اعرابی کہنے لگا: والذی نفسی بیدہ لا أزید علی ھذا شیئا ولا انقص منہ اللہ کی قسم میں ان اعمال میں نہ کسی چیز کا اضافہ کروں گا اور نہ کمی یہ کہہ کر اعرابی چلا گیا تو آپؐ نے فرمایا: جو کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہتا ہو وہ اس اعرابی کو دیکھ لے،، (۱)

چنانچہ شریعت اسلامیہ بقیہ اضافوں، باطنی، عقائد، اور دوسرے خود ساختہ لوازمات سے منزہ و مبرا ہے، اسلامی شریعت صرف اُنہی اوامر و نواہی کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے اور رسول اللہؐ نے ان پر عمل کیا اور اپنی امت کے لیے انہیں بیان کیا۔ دین اسلام ہمیں اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات و احکامات سے تجاوز کرنے اور اپنی طرف سے اضافہ یا کمی کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" أطيعوا الله والرسول لعلكم ترحمون"(۲)

"اللہ اور رسول کی ہی اطاعت کرو پھر تم امید رکھ سکتے ہو کہ تمہارے حال پہ رحم کیا جائے۔"

دین اسلام اطاعتِ خدا اور اطاعتِ رسول میں ہی منحصر ہے۔ اس سے انحراف کرنا یا کسی اور نظریے یا فلسفے کی طرف رجوع کرنا اور اُس کی تعلیمات کو فہم اسلام یا معرفت الٰہیہ کے لیے بنیاد بنانا درست نہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"أطيعوا الله ورسوله ولا تولوا عنه" (۳)

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی نہ کرو۔

یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے اور رسول اللہؐ نے اس کی

---

۱۔ متفق علیہ
۲۔ آل عمران / ۱۳۲

(۳) سورۃ الأنفال آیت ۲۰۔

تبیین و توضیح کی ہے اسی پر کاربند رہو اور کسی دوسرے فلسفے یا کسی اور کی خود ساختہ تشریح کو قابل اتباع نہ سمجھو۔

جو شخص دین اسلام کی واضح تعلیمات سے انحراف کر کے کسی اور دین و فلسفے کی تعلیمات کو اپنے عقائد و افکار کی بنیاد بنائے یا اسلامی عقائد کے ساتھ اُن کی پیوند کاری کرے اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" ومن يشاقق الله ورسوله فإنّ الله شديد العقاب " (۱)

"جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کا ارتکاب کرے (انحراف یا تجاوز کی صورت میں وہ جان لے) اللہ بہت سخت گیر ہے"

نیز " ألم يعلموا أنه من يحادد الله ورسوله فان له نار جهنّم خالدا فيها ذلك الخزي العظيم" (۲)

"کیا انہیں علم نہیں کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے اس کی سزا جہنم ہے وہ ہمیشہ اس میں رہے گا، یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔"

تعبدی نظام اور دیگر اوامر و نواہی میں رسول اللہ کے سوا کوئی بھی حجت نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

" وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا "(۳)

"جس چیز کا تمہیں رسول اللہ حکم دیں وہ کرو اور جس کام سے روکیں اس سے رک جاؤ"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور حیاتِ مبارکہ اسلام کے تعبدی و تشریعی نظام کی بہترین تصویر ہے، معرفتِ الٰہیہ اور تقربِ الٰہی کے لیے دین اسلام کے علاوہ یونانی فلسفے عیسائی رہبانیت یا ہندوازم سے راہنمائی حاصل کرنا جائز نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

---

(۱) سورۃ الانفال آئت ۱۳۔

(۲) سورۃ التوبۃ آیت ۶۳۔

(۳) سورۃ الحشر آئت ۷۔

" لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة "(۱)

"اے مسلمانو! تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔"

اللہ ورسول کے تمام اوامر و نواہی اور سیرتِ طیبہ کے تمام پہلوؤں کا بالتفصیل ذکر کتاب وسنت میں موجود ہے۔ اسلام عبارت ہی کتاب وسنت سے ہے۔

ارشاد نبوی ہے۔

" تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة رسوله" (۲)

"اے میری امت! میں تمہیں دو دستور عطا کر کے جا رہا ہوں کہ جب تک تم ان کے ضابطوں پہ عمل کرتے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہیں کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی ضوابط کی روشنی میں اپنے پاکباز صحابہ کی تربیت فرمائی صحابہ کرامؓ کتاب وسنت کی روشن تعلیمات کی زندہ تصویر تھے، سرور کائنات علیہ السلام نے انہیں پوری انسانیت کے لیے نمونہ ہدایت قرار دیا، صحابہ کرامؓ نے کتاب وسنت سے انحراف کیا نہ ان سے تجاوز، انہوں نے اطاعت و اتباع کا راستہ اختیار کیا اور بدعات ومحدثات سے اجتناب کیا۔ انہوں نے زندگی کے ہر پہلو میں کتاب وسنت سے ہی راہنمائی اخذ کی اور کسی دوسرے دین یا فلسفے کو معیارِ ہدایت ومعرفت قرار نہیں دیا، انہوں نے دین کو شریعت وطریقت کے دو حصوں میں منقسم نہیں کیا، انہوں نے دین وشریعت میں نہ افراط کیا نہ تفریط، وہ عیسائی رہبانیت اور یونانی فلسفے کے گورکھ دھندوں سے ناآشنا رہے، انہوں نے بڑی سادگی کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو اپنایا اور فطرت کے مطابق زندگی بسر کی، انہوں نے معرفتِ الٰہیہ کے لیے خود ساختہ ریاضتوں اور مشقتوں کو قریب بھی نہ پھٹکنے دیا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بتلاتے وہ اِدھر اُدھر التفات کیے بغیر اس پر عمل کرتے اسی لیے رب کریم نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا: " اولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده " (۳)

---

(۱) سورۃ الاحزاب آئت ۲۱۔

(۲) رواہ مالک۔

(۳) سورۃ الانعام آئت ۹۰۔

"یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں تم بھی ان ہی کی اقتدا کرو۔"

بیعۃ الرضوان میں شریک اصحاب کرامؓ کے متعلق ارشاد فرمایا:

"لقد رضی اللہ عن المؤمنین إذ یبایعونك تحت الشجرۃ" (۱)

"اللہ ان مومن بندوں سے راضی ہو گیا جب وہ اے نبی! درخت کے نیچے (موت پر) آپ کی بیعت کر رہے تھے۔"

فلسفی نعقدات اور رہبانیت وریاضت سے پاک اسلام پر عمل کرنے اور کشف ومراقبہ اور "روحانیت" کے خودساختہ تصور میں الجھنے کی بجائے قتال وجہاد میں مصروف رہنے اور انقلابی زندگی گزارنے کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو یہ مقام عطا فرمایا کہ ان سے کہا گیا:

"اعملوا ماشئتم فقد وجبت لکم الجنۃ" (۲)

"جو جی چاہے کرو اللہ کو تمہاری یہ انقلابی زندگی اس قدر پسند آئی ہے کہ اگر تم اور نیکی کا کام نہ بھی کرو تب بھی اللہ تمہیں جنت عطا فرمائے گا۔"

یہاں نہ صوفیانہ ریاضتوں کا ذکر نہ فلسفیانہ تصورات ومراقبات کی وضاحت نہ تارک الدنیا ہو کر جنگلات میں بسیرا کرنے کی فضیلت اور نہ جسمانی ایذا رسانیوں کی منقبت، صحابہ کرامؓ نے کتاب وسنت کے مطابق زندگی بسر کی اور اللہ ورسول کے باغیوں کے خلاف قتال وجہاد میں مصروف رہے اللہ ان پہ راضی ہو گیا اور انہیں مغفرت کی بشارت عطا کر دی۔

عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کو بھی مقام ومرتبہ اور زندگی میں ہی جنت کی بشارت انہی اعمال کی بنا پر حاصل ہوئی، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"لھم البشریٰ فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ لاتبدیل لکلمات اللہ ذلك ھو الفوز العظیم" (۳)

"ان کے لیے بشارت ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی، اللہ کے ضابطوں میں کسی ترمیم کی گنجائش نہیں۔ ان کے لیے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔"

(۱) سورۃ الفتح آیت ۱۸۔

(۲) متفق علیہ۔

(۳) سورۃ یونس / ۶۴

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسلام کی عملی تعبیر تھے، ان کی شخصیت، ان کا کردار اور ان کے اقوال و افعال دینِ اسلام کی متجسد شکل تھے، انہیں اسلام کے صحیح نمائندے قرار دینے میں کسی مسلمان کو اعتراض نہیں ان ہستیوں نے اسلام کو جس تناظر میں سمجھا وہی صحیح اور مکمل اسلام ہے بعد میں داخل ہونے والے اجنبی افکار و نظریات نہ صرف یہ کہ اسلام کی تعبیر نہیں بلکہ وہ اسلام میں اضافہ ہیں، جنہیں شرعی اصطلاع میں بدعت کا نام دیا جاتا ہے، اسلام ایسے عقائد اور اعمال کو خرافات و ضلالات قرار دیتا ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ ان اجنبی اور دخیل افکار و عقائد سے وابستہ ہر فرقہ اُن افکار و خرافات کو اسلام کا مغز قرار دینے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا مگر دین اسلام نے ایسے تمام افکار اور فلسفوں کو مسترد کیا ہے جو اسلام کے نام پہ اسلام میں داخل کر دیئے گئے ہیں۔

تصوف بھی ایک ایسا فلسفہ ہے جس کے تحت ایسے اعمال اور خرافات و بدعات کو اسلام سے پیوند کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن پر نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تھا اور نہ ہی صحابہ کرامؓ کا۔

دین اسلام میں صحابہ کرامؓ کا جو مقام ہے وہ اس آیت سے بھی واضح ہوتا ہے:

" والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ"(۱)

"جو لوگ ٹھیک طریقے سے صحابہ کرام کے نقشِ قدم پہ چلتے ہیں اللہ ان سے راضی ہے۔ اور وہ اللہ سے راضی ہیں"۔

یعنی دین اسلام میں کامیابی کی ضمانت کو صحابہ کرام کی اتباع کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے چنانچہ وہ بدعات و خرافات اور فلسفیانہ افکار جن پر صحابہ کرام کا عمل نہیں تھا وہ کامیابی کی ضمانت نہیں چہ جائیکہ انہیں اسلام کا مغز قرار دے دیا جائے جیسا کہ اہل تصوف اور دوسرے فرقِ باطلہ کا وطیرہ ہے۔

ہر وہ عمل جو صحابہ کے عمل خلاف ہو وہ مردود و مطرود ہے دین اسلام میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس لیے کہ صحابہ کرامؓ ہی وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسبِ فیض کیا، وہ آپؐ کے تربیت یافتہ اور آپؐ کے تلامذہ تھے، انہوں

---

(۱) سورۃ التوبۃ آیت ۱۰۰۔

نے رسول اللہؐ کی ایسے انداز سے اتباع کی کہ کسی دوسرے نظریے اور کسی اجنبی فکر کو پاس بھی نہ پھٹکنے دیا، وہ آپؐ کی سیرت سے قریب تر تھے، وہ بلاشک وریب اولیاء اللہ اور معیارِ حق تھے، تمام مسلمانوں کو ان کی اتباع کا حکم دیا گیا، اور سرورِ کائناتؐ نے فرمایا کہ صحیح راستہ وہی ہے جس پر میرا اور میرے صحابہ کا عمل ہے اور یہی مفہوم ہے " ما أنا علیه و أصحابی " کا۔

ارشادِ ربانی ہے۔

قل هذه سبیلی ادعو إلی الله علی بصیرة أنا ومن اتبعنی" (۱)

" اے نبی! فرما دیجئے، یہ میرا راستہ ہے میں اور میرے پیروکار (صحابہ کرامؓ) علیٰ وجہ البصیرت اس کی طرف دعوت دیتے ہیں"۔

چنانچہ بعد میں آنے والے مسلمانوں کا ہر عمل سیرت و کردارِ صحابہ کے میزان میں تولا جائے گا اور جو نظریہ اور عمل اس میزان پہ پورا نہیں اترے گا اُسے مسترد کر دیا جائے گا حدیث میں عہد نبوی کے بعد ایجاد کیے جانے والے ہر عمل کو بدعت قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ ارشادِ نبوی ہے۔

" شر الأمور محدثاتها وکل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة" (۲)

" یعنی بدترین عمل وہ ہے جو خود ایجاد کیا گیا ہو، ہر ایسا عمل بدعت کہلاتا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

نیز " من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو ردٌّ " (۳)

" یعنی جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسا نظریہ یا رسم ایجاد کی جو کہ دین اسلام کا حصہ نہیں مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اسے رد کر دیں۔"

تصوف کی خود ساختہ اصطلاحات کشف و مراقبہ وحدۃ الشہود، صحو، محو، غیبہ، اور

---

(۱) سورۃ یوسف آئت ۱۰۸۔

(۲) رواہ ابوداود۔

(۳) متفق علیہ۔

حلول و وحدۃ الوجود وغیرہ متفلسفین کے تراشیدہ نظریات ہیں اور ان نظریات سے وابستہ ریاضتیں اور حکایات اربابِ تصوف کی ایجاد ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دین کی تبلیغ کی اُس دین سے ان کا کوئی سروکار اور تعلق و واسطہ نہیں، کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ ان نظریات و تحرکات سے خالی الذکر ہیں۔

اور یہ عقیدہ رکھنا صریح کفر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کا کچھ حصہ یعنی "علم باطن" کسی اور کے لیے مخصوص کر دیا تھا اور یہ کہ وہ سینہ بسینہ "اولیاء" میں منتقل ہوتا آرہا ہے، اور یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط علم ظاہر یعنی (شریعت) کی تبلیغ کی تھی جب کہ علم باطن یعنی (طریقت) عام مسلمانوں سے خفیہ رکھا تھا۔ یہ عقیدہ باطنیوں کا ہے اور باطنیوں سے اہل تصوف نے اخذ کیا ہے جو کہ واضح کفر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وما هو على الغيب بضنين ۔[1] یعنی ہمارا رسول تبلیغ وحی میں کسی بخل سے کام لینے والا نہیں ہے۔

نیز " يا ايها الرسول بلّغ ما أنزل إليك من ربّك فإن لم تفعل فما بلّغت رسالته" (۲)

" اے رسول! جو کچھ بھی آپ کی طرف نازل ہوتا ہے آپ کا فرض منصبی ہے کہ اُسے اپنی امت تک پہنچا دیں اگر آپ نے اُس کی تبلیغ میں کوتاہی کی تو گویا آپ نے اپنا فرض منصبی ادا نہیں کیا۔"

چنانچہ دین اسلام میں ظاہر و باطن کی تقسیم کا کوئی تصور نہیں، یہ غیر اسلامی نظریہ باطنیت سے صوفیہ نے مستعار لیا ہے۔ اس کی تفصیل آخری باب میں آئے گی۔

اسی طرح بعد کی ایجاد کردہ بدعات و خرافات کو دین اسلام کا حصہ قرار دینا بھی صریح گمراہی ہے اسلام کے تمام عقائد و ضوابط عہد نبوی میں ہی مکمل ہو چکے تھے اور کوئی ایسا خلا باقی نہیں رہ گیا تھا جسے پُر کرنے کی ضرورت ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے " اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي"(۳)

---

(۱) سورۃ التکویر آئت ۲۴۔

(۲) سورۃ المائدہ آئت ۶۷۔

(۳) سورۃ المائدہ آئت ۳۔

"آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور یوں میری نعمت بھی پوری ہوچکی ہے۔"

چنانچہ اسلام کے تعبدّی نظام اور عبادت کے طُرق میں کمی بیشی، تحریف و ترمیم اور اضافہ و زیادتی حرام ہے، اہلِ تصوف نے جس طرح سے اسلام کے تعبدّی نظام کو خودساختہ اسالیب وطرقِ عبادت وضع کر کے مسخ کرنے کی کوشش کی ہے وہ اسلام کے صاف وشفاف چہرے پہ بد نما داغ ہے اور اُن کا یہ طرزِ عمل عقیدہ ختمِ نبوت کے منافی ہے۔اسی تناظر میں ہم نے اگلے ابواب میں تصوف کا تجزیہ کیا ہے اور اس کے اصول وقواعد اور مبادی وضوابط کا ابطال کیا ہے اور ہم نے ثابت کیا ہے کہ تصوف کے قواعد وضوابط کی کتاب وسنت میں کوئی اصل نہیں۔تصوف کے تمام افکار واعمال بدعی ایجاد ہیں، اُن پر اُن ہستیوں کا کوئی عمل نہیں تھا جن کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"والّذين آمنوا وهاجروا وجاهدوا في سبيل الله بأموالهم وانفسهم أعظم درجة عند الله وأولئك هم الفائزون ○ يبشرهم ربّهم برحمة منه ورضوان وجنات لهم فيها نعيم مقيم ○ خالدين فيها أبدا إن الله عنده أجر عظيم" (١)

"یعنی وہ ہستیاں جو توحید ورسالت پہ ایمان لائیں (پھر اسی ایمان کی پاداش میں) انہیں اپنے دیار سے ہجرت کرنا پڑی اور انہوں نے اللہ کی خاطر جہاد کیا اور اپنی دولت اور اپنی جانوں کو اللہ کے راستے میں قربان کیا۔ اللہ کے نزدیک ان کا بہت بلند مقام ہے اور اس کے نزدیک یہی لوگ کامیاب ہیں۔ اللہ انہیں اپنی رحمت وخوشنودگی کی بشارت دیتا ہے اور ان سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ انہیں ایسی جنّات میں داخل کرے گا جس کی نعمتیں ابدی اور لازوال ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ کے پاس اجروثواب کی کوئی کمی نہیں۔"

تو اللہ کے ہاں دینِ اسلام کی وہی شکل قابلِ قبول ہے جس پر ان عظیم ہستیوں کا عمل تھا فلسفے سے متاثر ہو کر اس کے رنگ میں رنگنے والوں اور فلسفیانہ اصطلاحات ایجاد کر کے ظاہر و باطن اور عقل و عشق کی تقسیم کرنے والوں اور خود ساختہ ضابطوں پہ عمل کرنے والوں کی عند اللہ کوئی قدر و قیمت

(١) سورۃ الأنفال آیت ٧٤۔

نہیں۔ ایسے اصحاب اولیاء اللہ نہیں اولیاء الشیطان ہیں۔ اللہ کے نزدیک اولیائے کرام صرف وہ اصحاب ہیں جو کتاب وسنت کو اپنے ہر عقیدۂ وعمل کی کسوٹی قرار دیں اور اللہ ورسول کے فیصلے کو بلا چون وچرا اور کسی دوسرے دین یا فلسفے کی طرف التفات کیے بغیر تسلیم کرلیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے؛

" وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمرا أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا " (۱)

"یعنی کسی مؤمن کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ اللہ ورسول کے فیصلوں میں اپنی عقل اور اپنے اختیار کو دخل دے (ایسا کرنے والے اللہ ورسول کے نافرمان ہیں) اور جو اللہ ورسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہے۔"

نیز فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليما " (۲)

"اے نبیؐ! مجھے تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک (اولیاء اللہ تو در کنار) مومن کہلانے کے بھی مستحق نہیں جب تک وہ اپنے اختلافات میں تجھے فیصل تسلیم نہ کرلیں اور تیرے فیصلے پہ عمل کرتے وقت کسی قسم کا انقباض محسوس نہ کریں۔"

امام شاطبیؒ اپنی کتاب "الاعتصام" میں فرماتے ہیں۔

"شریعت اسلامیہ میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" أكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي " اسی طرح حدیث میں ہے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وعظ ونصیحت فرمائی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپؐ ہمیں آخری بار نصیحت فرما رہے ہیں۔ آپؐ کے ارشادات سن کر ہماری آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ آپؐ نے اس دوران فرمایا؛

---

(۱) سورۃ النساء آیت ۳۶۔

(۲) سورۃ الاحزاب آیت ۶۵۔

" ترکتکم علی البیضاء لیلها کنهارها ولا یزیغ عنها بعدی إلا هالك، ومن یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بما عرفتم من سنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی"۔

"اے میرے صحابہ! میں تمہارے پاس ایسی شریعت چھوڑ کر جا رہا ہوں جو روشن اور واضح ہے۔ اس میں کسی قسم کی پیچیدگی اور جھول نہیں، اُس سے انحراف کرنے والا ہلاک ہو جائے گا۔ تم میری امت میں میرے بعد بہت زیادہ اختلافات دیکھو گے ایسے حالات میں تمہارا فرض ہے کہ تم میرے طریقۂ کار اور میرے بعد آنے والے خلفائے راشدین کے طریقۂ کار کی پیروی کرتے رہو اور کسی دوسرے دین یا فلسفے کی تعلیمات کی طرف مت جھانکو۔"

اہل سنت کے نزدیک اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین اسلام کے تمام ضابطوں کو بیان فرما گئے ہیں اور کوئی ایسا عمل جس میں امتِ اسلامیہ کی بہتری ہو باقی نہیں رہنے دیا۔

اس بات پر ایمان لانے کے بعد بھی اگر کوئی شخص دیگر فلسفوں اور بدعات کا سہارا لیتا ہے تو گویا اس کا اسلام کے مکمل ہونے پہ ایمان نہیں اس کے نزدیک کچھ ایسے امور باقی رہ گئے تھے جن کا وہ استدراک کر رہا اور اس باقی ماندہ خلا کو پُر کر رہا ہے۔ اور ایسا عقیدہ رکھنے والا یقیناً راہِ راست سے بھٹکا ہوا ہے۔ ابن ماجشون امام مالکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

جو شخص دین اسلام میں کسی بدعت کا اضافہ کرے اور یہ خیال کرے کہ وہ "بدعت حسنہ" ہے تو ایسا شخص ختم رسالت کا منکر ہے، اس لیے کہ جو امر عہد نبوی میں دین کا حصہ نہیں تھا وہ آج بھی دین کا حصہ نہیں ہو سکتا۔

امام شاطبیؒ فرماتے ہیں:۔ اسی طرح مرتکب بدعات شرع کا واضح مخالف ہے اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ ضابطے وضع کر کے یا اُن پر عمل کر کے یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ بھی شارع کی طرح مصالحِ عباد اور طرقِ خیر و شر سے آگاہ ہے بلکہ شارع کو بھی ان مصالح و طرق کا علم نہیں ہو سکا جن کا اُسے علم ہوا ہے۔ وہ شارع پہ یہ الزام بھی عائد کرتا ہے کہ شریعت تمام طرقِ خیر و شر کا احاطہ نہیں کر سکی بلکہ بہت سے امور باقی رہ گئے تھے جن کا امر یا اُن سے نہی ضروری تھی۔

اگر مرتکبِ بدعات نیتاً اور عمداً ایسا کرے تو وہ صریح کافر ہے اور اگر بدعات سے اس کا مقصود یہ نہ ہو تو وہ صریحاً گمراہ ہے۔

امام شاطبیؒ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے عدی بن ارطاۃ نے قدریہ فرقے کے متعلق مشورہ طلب کیا تو آپؒ نے انہیں لکھا:

اما بعد! میری آپ کو یہ نصیحت ہے کہ آپ اللہ سے ڈرتے رہیں اور اتباعِ سنت کو ملحوظ رکھیں، اور جو فلسفیانہ عقائد قدریہ وغیرہ نے وضع کیے ہیں ان سے اجتناب کریں۔ اگر ان عقائد و افکار میں خیر کا وجود ہوتا تو شارع کی طرف سے انہیں نظر انداز نہ کیا جاتا۔ سنت کو اختیار کرنے والے (یعنی صحابہ کرام) وہ لوگ تھے جنہیں بخوبی علم تھا کہ سنت کی مخالفت گمراہی کا باعث ہے، آپ سنت پہ عمل پیرا رہیں اور ان لوگوں کے فلسفوں پر دھیان نہ دیں (صحابہ کرامؓ ہم سے زیادہ جاننے والے اور اہل بصیرت تھے)۔

امام شاطبیؒ مزید فرماتے ہیں: بدعات کا موجد شارع کا مقابلہ کرتا ہے اور خود کو شارع کے مقام پر فائز سمجھتا ہے جب کہ شارع فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس نے اپنے بندوں کی مصلحتوں اور انسانی منفعت و مضرت کو پیش نظر رکھ کے شرعی احکامات وضع کیے ہیں۔ اگر تشریع مخلوق کے دائرہ اختیار میں ہو سکتی تو انبیاء و رسل کو مبعوث کرنے اور ان کی طرف وحی کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔" (۱)

اس مختصر تمہید کے بعد ہم اپنے اصلی ہدف یعنی تصوف اور اربابِ تصوف کے متعلق بحث کی طرف آتے ہیں۔ کہ تصوف اور صوفیہ کا دینِ اسلام سے کتنا تعلق ہے اور ان کے افکار و آراء کی شریعتِ اسلامیہ سے کیا نسبت ہے؟ و باللہ التوفیق۔

---

(۱) الاعتصام از امام شاطبی صفحہ ۴۸ تا ۵۱